مجادلہ کے پیغمبرانہ اسالیب

نور الحسن*

محمد سجاد**

قرآن مجید میں دعوت دین کے تین بنیادی اصول بیان کیے گئے ہیں: 1۔ حکمت 2۔ موعظ حسنہ 3۔ مجادلہ احسن پہلے دو اصولوں کا تعلق دعوت کے عمومی مراحل اور ہر قسم کے حالات سے ہے جبکہ تیسرے اصول کا تعلق مخصوص حالات سے ہے۔ اگر حالات بحث ومباحثہ کے ہی متقاضی ہوں تو داعی کو چاہیے کہ وہ انتہائی خوش اسلوبی سے مجادلہ (بحث ومباحثہ) کرے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر انبیائے کرام کے مجادلہ احسن کا ذکر کیا لہٰذا پیغمبرانہ مجادلات کا مطالعہ کرنے سے کئی رہنما اصول اجاگر ہوتے ہیں۔

ان مقدس ہستیوں کی حیاتِ مبارکہ اور کارہائے نمایاں کی جملہ تفصیلات کا سب سے بڑا، اہم اور بنیادی ماخذ قرآن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ان کی دعوتی جدوجہد اور اس کے جملہ پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ پیغمبرانہ مجادلات کی تفصیل بھی جس قدر قرآن مجید سے فراہم ہوتی ہے، کسی اور ماخذ سے نہیں ہوتی لہٰذا ذیل میں قرآن کریم کی روشنی میں مجادلہ کے پیغمبرانہ اسالیب کا تحقیقی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ عز وجل نے ہادی اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ (1)

"اور بے شک ہم نے بھیجا نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف (انہوں نے کہا اے قوم!) میں تمہیں کھلا کھلا ڈرانے والا ہوں۔"

---

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

** ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی آسلام آباد

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دعوت توحید دی انہیں مشرک اور بت پرستی سے منع کیا مگر آپ کی ساڑھے نو سو سالہ کاوش کے نتیجے میں گنتی کے چند غریب اور کمزور افراد آپ پر ایمان لائے۔ دوسرے خود سر لوگ نہ صرف کفر وشرک پر ڈٹے رہے بلکہ آپ کی تحقیر پر اتر آئے۔ قرآن کریم نے آپ کے مجادلہ حق کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ ضروری امور کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پیغام توحید اور عذاب الٰہی سے انذار

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو توحید الٰہی کا پیغام بھی دیا اور انہیں عذاب الٰہی سے بھی ڈرایا۔ ارشاد خداوندی ہے:

أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ(2)

"حضرت نوح علیہ السلام نے کہا اے قوم!) تم نہ عبادت کرو کسی کی سوائے اللہ تعالیٰ کے بے شک میں ڈرتا ہوں کہ تم پر عذاب کا دردناک دن نہ آجائے۔"

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کے نتیجے میں آپ کی قوم مجادلہ پر اتر آئی اور ہرزہ سرائی کرنے لگی۔

ارشاد الٰہی ہے:

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ(3)

"تو کہنے لگے اُن کی قوم کے سردار جنہوں نے کفر اختیار کیا تھا (اے نوح علیہ السلام!) ہم نہیں دیکھتے تمہیں مگر انسان اپنے جیسا اور ہم نہیں دیکھتے تمہیں کہ پیروی کرتے ہو تمہاری بجز اُن لوگوں کے جو ہم میں حقیر و ذلیل (اور) ظاہر بین ہیں اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہیں ہم پر کوئی فضیلت ہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا خیال کرتے ہیں۔"

آپ کی قوم گمراہی و ذلت کی ان وادیوں میں بھٹک رہی تھی جہاں سے نکلنا اس کے لیے ناممکن ہو چکا تھا اور وہ قوم حد سے زیادہ گستاخانہ رویے پر اتر آئی مگر آپ قطعاً مایوس نہ ہوئے بلکہ مجادلہ حق کو جاری رکھا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا واضح دلائل سے اپنی قوم کے باطل عقائد کا رد

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہٹ دھرمی اور بے باکیوں کے نتیجے میں ٹھوس دلائل کے ساتھ ان کے باطل عقائد کا رد کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی دعوت کی حقانیت کا ثبوت دیا اور ان کی اصلاح کے لیے مزید دعوتِ

فکر دی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً مِنْ عِنْدِهِ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنْتُمْ لَهَا كَارِهُونَ o وَيَا قَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُمْ مُلَاقُو رَبِّهِمْ وَلَكِنِّي أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ o وَيَا قَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ o وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي أَنْفُسِهِمْ إِنِّي إِذًا لَمِنَ الظَّالِمِينَ(4)

"آپ نے فرمایا اے میری قوم! بھلا یہ بتاؤ اگر میرے پاس روشن دلیل ہو اپنے رب کی طرف سے اور اس نے عطا فرمائی ہو مجھے خاص رحمت اپنی جانب سے پھر پوشیدہ کر دی گئی ہو تم پر (اس کی حقیقت) تو کیا ہم جبراً مسلط کریں تم پر یہ دعوت درآں حالاں کہ تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ اور اے میری قوم! میں طلب نہیں کرتا تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی مال۔ نہیں میرا اجر مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اور میں (تمھیں خوش کرنے کے لیے) ان کو نکالنے والا نہیں جو ایمان لے آئے ہیں۔ بے شک وہ اپنے رب سے ملاقات کرنے والے ہیں البتہ میں تمھیں دیکھتا ہوں کہ تم ایسی قوم ہو جو (حقیقت سے) ناواقف ہے۔ اور اے میری قوم! کون مدد کر سکتا ہے میری اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اگر میں نکال دوں اہل ایمان کو۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سوچتے اور میں نہیں کہتا تم سے کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں خود بخود جان لیتا ہوں غیب کو اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ہی یہ کہتا ہوں کہ جن لوگوں کو تمہاری نگاہیں حقیر جانتی ہیں کہ ہر گز نہیں دے گا انہیں اللہ تعالیٰ کچھ بھلائی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے جو ان کے دلوں میں ہے (اگر میں ایسا کروں تو) میں بھی ہو جاؤں گا ظالموں سے۔"

اس قدر واضح دلائل اور عمدہ وعظ و نصیحت کے باوجود آپ کی قوم کا ردِ عمل انتہائی سوقیانہ تھا۔ اس نے آپ کے مجادلہ کا اثر قبول کرنے کی بجائے الٹا اسے بھی تنقید کا نشانہ بنا دیا۔

قوم نوح کا آپ کے مجادلے کو ردّ کرنا اور عذاب الٰہی کا مطالبہ

قوم نوح نے جب حضرت نوح علیہ السلام کے دلائل قطعیہ کو سنا اور ان کا جواب نہ دے سکے تو اس نے آپ کے مجادلہ کو ہی ردّ کر دیا اور عذاب الٰہی کا مطالبہ کر دیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

قَالُوا يَا نُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ(5)

”وہ (برافروختہ ہوکر) بولے اے نوح علیہ السلام تم نے ہم سے جھگڑا کیا اور اس جھگڑے کو بہت طول دیا (اس مباحثہ کو رہنے دو) اور لے آؤ ہمارے پاس جس (عذاب) کی تم ہمیں دھمکیاں دیتے رہتے ہو اگر تم سچے ہو۔“

یہ اصول قدرت ہے کہ جب عذاب الٰہی کا مطالبہ کیا جائے تو پھر وہ نازل ہونے میں دیر نہیں لگاتا۔ ارشاد الٰہی ہے:

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ (6)

”بے شک آپ کے رب کی پکڑ بڑی سخت ہے۔“

چنانچہ جب قوم نوح کا مطالبہ شدت اختیار کر گیا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا دیئے اور یوں عرض کناں ہوئے:

رَبِّ لَا تَذَرْعَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا(7)

”اور نوح نے عرض کی اے میرے رب! نہ چھوڑ روئے زمین پر کافروں میں سے کسی کو بستا ہوا۔“

انکار دعوت کا انجام

جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کفر و طغیان میں حد سے آگے بڑھ گئی تو پھر وہ گھڑی آن پہنچی جب اللہ تعالیٰ کا عذاب طوفانی سیلاب کی صورت میں نمودار ہوا۔ آسمان سے موسلا دھار بارش برسنے لگی، زمین سے چشمے ابل پڑے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور اہل ایمان جو اذن الٰہی سے آپ علیہ السلام کی تیار کردہ کشتی پر سوار ہو گئے۔

اس منظر نامے کو قرآن کریم میں یوں بیان کرتا ہے:

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ٥ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ٥ وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ٥ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ (8)

”پھر ہم نے کھول دیئے آسمان کے دروازے موسلا دھار بارش کے ساتھ اور جاری کر دیا ہم نے زمین سے چشموں کو پھر دونوں پانی مل گئے ایک مقصد کے لیے جو پہلے مقرر ہو چکا تھا اور ہم نے سوار کر دیا نوح کو تختوں اور میخوں والی (کشتی) پر وہ بہتی جارہی تھی ہماری آنکھوں کے سامنے (یہ طوفان) بدلہ تھا اُس (نبی) کا جس کا انکار کیا گیا تھا۔“

کشتی کی تیاری، اہل ایمان کا اس پر سوار ہونا، حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے اہل و عیال میں سے اہل ایمان کا کشتی پر سوار ہونا، کشتی کا اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلنا، سیلاب کی ہولناکی، ہر طرف سمندر کی طرح اٹھتی ہوئی موجیں، زمین کی بلندیوں اور پستیوں کا پانی کی لپیٹ میں آنا' یہ سب وہ تفصیلات ہیں جنہیں قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔

جب پانی کی تلاطم خیز موجیں منکرین توحید کو موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا کر رہی تھیں تو حضرت نوح علیہ السلام کو ایک نئے امتحان کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ نے دیکھا کہ آپ کا بیٹا جو کفر کی وجہ سے کشتی پر سوار نہ ہوا تھا، زندگی اور موت کی جنگ لڑ رہا تھا۔ شفقت پدری نے جوش مارا، بیٹے کو آواز دی اور کہا:

يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ(9)

"بیٹا سوار ہو جاؤ ہمارے ساتھ اور نہ ملو کافروں کے ساتھ۔"

یہ آواز دعوت ایمان اور دعوت نجات تھی مگر بیٹا منکر ہی رہا اور قوم نوح کی طرح انجام تباہی و غرقابی سے ہمکنار ہوا۔ ارشاد الٰہی ہے:

قَالَ سَآوِي إِلَى جَبَلٍ يَعْصِمُنِي مِنَ الْمَاءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ (10)

"بیٹے نے کہا (مجھے کشتی کی ضرورت نہیں) میں پناہ لے لوں گا کسی پہاڑ کی وہ بچا لے مجھے پانی سے آپ نے کہا (بیٹا!) آج کوئی بچانے والا نہیں اللہ کے حکم سے مگر جس پر وہ رحم کرے اور (اسی اثناء میں) حائل ہو گئی ان کے درمیان موج پس ہو گیا وہ ڈوبنے والوں سے۔"

الغرض حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال کی دعوتی سرگرمیوں کے دوران آزمائش و ابتلاء کے مرحلے میں کوہِ استقامت ثابت ہوئے۔ آپ نے دعوت کے مختلف اسالیب کو اپنایا۔ حکمت و موعظت کے ساتھ ساتھ مجادلہ و مباحثہ کو بطریق احسن نبھایا اور اپنے مشن میں ہمیشہ کامیاب ہوئے اور معاندین و مشرکین اپنے منطقی انجام کو پہنچے۔ یقیناً حضرت نوح علیہ السلام کی دعوتی کاوشیں داعیانِ اسلام کے لیے درخشندہ مثال ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کا انداز مجادلہ

خطۂ عرب میں ایک نہایت طاقتور اور خوشحال قوم آباد تھی جسے 'عاد' کہا جاتا تھا۔ یہ قوم بت پرستی میں ماہر تھی اور بتوں کی پرستش کرتی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام کو اسی قوم کی اصلاح اور رشد وہدایت کے لیے مبعوث کیا گیا۔ قرآن کریم نے اس قوم کی خوشحالی کا منظر یوں بیان کیا ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ (11)

"کیا آپ نے ملاحظہ نہ کیا کہ آپ کے رب نے کیا کیا عاد ارم کے ساتھ جو اونچے ستونوں والے تھے نہیں پیدا کیا گیا جن کا مثل (دنیا کے) ملکوں میں۔"

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

"حضرت نوح علیہ السلام کے بعد قرآن جس پیغمبر کا ذکر کرتا ہے وہ حضرت ہود علیہ السلام ہیں۔ قرآن مجید میں ان کا اور ان کی قوم کا ذکر نو جگہ آیا ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کے بارے میں معلومات کا ماخذ صرف قرآن ہے۔ یہودی روایات میں ان پر کچھ نہیں ملتا۔ ہود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اُن کی قوم عاد کے لیے رسول بنایا۔(12)

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم عاد تاریخ میں اپنی طاقت، خوشحالی، تہذیب وتمدن اور شاندار عمارات کی وجہ سے نمایاں حیثیت وشہرت کی حامل ہے۔ قرآن کریم نے قوم عاد کا مسکن احقاف بتایا ہے۔(13)

مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں:

"جس دور میں قوم عاد یہاں اپنے عروج پر تھی اُس زمانہ میں یہ علاقہ نہایت سرسبز وشاداب اور اُن عظیم تمدنی کارناموں سے معمور رہا ہوگا جن کے سبب سے قوم عاد کو تاریخ میں ایک خاص شہرت وعظمت حاصل ہوئی لیکن اب وہی مقام ہے جہاں ایک لق ودق صحرا ہے جس کو دیکھ کر کوئی گمان بھی نہیں کر سکتا کہ یہاں تعمیر وتمدن کا بھی کوئی نقش قائم ہوا ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ الاحقاف کے نام سے یہ علاقہ عاد کے زوال کے بعد موسوم ہوا ہے جب یہاں شاندار تعمیرات کی جگہ صرف ریت کے ٹیلے رہ گئے۔"(14)

قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت، قوم کی اصلاح کے لیے آپ کی جدوجہد قوم کا متکبرانہ رویہ اور بالآخر قوم کا منطقی انجام سے دوچار ہونا' یہ سب تفصیلات قرآن مجید میں بیان کی گئی ہیں۔ یہاں حضرت ہود علیہ السلام کی دعوتی سرگرمیاں، خصوصاً آپ کے انداز مجادلہ پر بحث کی جاتی ہے۔

پیغام توحید اور مجادلہ

حضرت ہود علیہ السلام کے قوم عاد کی طرف مبعوث ہونے کا ذکر قرآن مجید میں یوں کیا گیا ہے:

وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ أَفَلَا تَتَّقُونَ(15)

”اور عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا آپ نے کہا اے میری قوم! عبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا کیا تم نہیں ڈرتے۔“

حضرت ہود علیہ السلام نے سب سے پہلے قوم عاد کو دعوت توحید دی، انہیں غرور و تکبر چھوڑنے اور بارگاہِ الٰہی میں استغفار کرنے کی ہدایت دی۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَيَا قَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ(16)

”اے میری قوم! مغفرت طلب کرو اپنے رب سے پھر (دل و جان سے) رجوع کرو اس کی طرف وہ اُتارے گا آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش اور بڑھادے گا تمہیں قوت میں تمہاری پہلی قوت سے اور نہ منہ موڑو (اللہ تعالیٰ سے) جرم کرتے ہوئے۔“

متکبر قوم کا معاندانہ جواب

قوم عاد تکبر و غرور کے نشے میں اس قدر بدمست ہوچکی تھی کہ حضرت ہود علیہ السلام کے مجادلہ و مباحثہ کا اثر لینے کی بجائے ان کی رسالت پر اعتراض کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ o فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً(17)

"انہوں نے کہا اگر ہمارے رب کی مرضی ہوتی (کہ ہمیں کچھ سکھائے) تو فرشتے نازل کرتا۔ پس ہم' جو دے کر تمہیں بھیجا گیا ہے (اس کا سراسر) انکار کرتے ہیں۔ پس قوم عاد نے تو سرکشی اختیار کی زمین میں ناحق اور کہنے لگے ہم سے زیادہ طاقتور کون ہے؟"

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تمہارا یہ اعتراض کہ فرشتے کو رسول بن کر آنا چاہیے تھا' تمہاری نادانی پر مبنی ہے۔ یہ دستور قدرت ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے انہیں میں سے رسول مبعوث کیے جاتے ہیں۔ آپ نے انہیں بہت سمجھایا مگر انہوں نے یہ کہہ کر آپ کا تمسخر اڑایا:

إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ(18)

"ہم تو یہی کہیں گے کہ مبتلا کر دیا ہے تجھے ہمارے کسی خدا نے دماغی خلل میں۔"

قوم ہود کی اس حد تک ہٹ دھرمی اور ضد کے باوجود آپ نے ان کے بے سروپا اعتراضات کا جواب بڑے مشفقانہ انداز میں دیا۔

قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٥ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ (19)

"ہود علیہ السلام نے کہا اے میری قوم! نہیں مجھ میں ذرا نادانی بلکہ میں تو رسول ہوں رب العالمین کی طرف سے پہنچاتا ہوں تمہیں پیغامات اپنے رب کے اور میں تو تمہارا ایسا خیر خواہ ہوں جو دیانت دار ہو۔"

مگر آپ کی قوم نے شدت سے آپ کی مخالفت جاری رکھی اور آخر دم تک آپ کو جھٹلاتی رہی اور یہاں تک کہہ دیا کہ تمہاری نصیحت کا کچھ فائدہ نہیں اور نہ ہم پر عذاب آسکتا ہے۔ سورۃ الشعراء میں ہے:

قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَظْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَاعِظِينَ ٥ إِنْ هَذَا إِلَّا خُلُقُ الْأَوَّلِينَ ٥ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ(20)

"انہوں نے کہا یکساں ہے ہمارے لیے خواہ آپ نصیحت کریں یا نہ ہوں آپ نصیحت کرنے والوں سے نہیں ہے یہ (محلات کا شوق) مگر ہمارے اسلاف کا دستور (آپ فکر نہ کریں) ہمیں عذاب نہیں دیا جائے گا۔"

اتمام مجادلہ اور قوم عاد کی تباہی

حضرت ہود علیہ السلام نے جب دیکھا کہ ان کی قوم کی اکثریت قبول حق سے انکاری ہے اور اپنے آپ کو عذاب

الٰہی سے مامون سمجھتی ہے اور بالآخر مطالبہ کر رہی ہے کہ لے آؤ وہ عذاب جس سے تم ہمیں ڈراتے ہو تو آپ نے اتمام مجادلہ کرتے ہوئے فرمایا:

أَتُجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءٍ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ(21)

"کیا تم جھگڑا کرتے ہو مجھ سے ان ناموں کے بارے میں جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے (حالانکہ) نہیں اتاری اللہ نے ان کے لیے کوئی سند۔ سو تم بھی انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والا ہوں۔"

بالآخر وہ وقت آن پہنچا کہ اللہ کا عذاب حرکت میں آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے قوم عاد کی بڑے بڑے ستونوں والی عالی شان عمارتوں کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ پہلے اس قوم کو خشک سالی نے گھیرا اور لگے بھوکوں مرنے پھر آندھی کے تند و تیز طوفان اٹھے اور ان کی ہر شے کو درہم برہم کر دیا۔

سورۃ الحاقہ میں قوم عاد کی تباہی کا نقشہ یوں کھینچا گیا ہے:

وَأَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ٥ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَى كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ٥ فَهَلْ تَرَى لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ (22)

"رہے عاد تو انہیں برباد کر دیا گیا آندھی سے جو سخت سرد، بے حد تند تھی، اللہ نے مسلط کر دیا اُن پر (مسلسل) سات رات اور آٹھ دن تک جو جڑوں سے اکھیڑنے والی تھی تو تو دیکھتا قوم عاد ان دنوں کہ وہ گر پڑے ہیں۔ گویا وہ مُڈھ ہیں کھوکھلی کھجور کے کیا تمہیں نظر آتا ہے اُن کا کوئی باقی ماندہ فرق۔"

چنانچہ وہی کچھ ہوا جو قانون فطرت کا تقاضا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کی اجتماعی بغاوت کے نتیجے میں اُس پر تباہی مسلط کی اور اُس کی ہلاکت کو آنے والی نسلوں کے لیے سامان عبرت بنا دیا۔

حضرت صالح علیہ السلام کا طرز مجادلہ

قوم عاد کی تباہی کے بعد قوم ثمود نے عرب میں بڑی شہرت حاصل کی۔ اس قوم کو سنگ تراشی میں کمال حاصل تھا۔ انہوں نے پہاڑوں کو کھود کر بڑے عالی شان مکان بنا لیے تھے جو نقش و نگار سے آراستہ تھے۔ سید مودودی اس قوم کے مسکن کے متعلق لکھتے ہیں:

”اس قوم کا مسکن شمال مغربی عرب کا وہ علاقہ تھا جو آج بھی الحجر کے نام سے موسوم ہے۔ موجودہ زمانہ میں مدینہ اور تبوک کے درمیان حجاز ریلوے پر ایک اسٹیشن پڑتا ہے جسے مدائن صالح کہتے ہیں۔ یہی ثمود کا صدر مقام تھا اور قدیم زمانہ میں حجر کہتا تھا۔ اب تک وہاں ہزاروں ایکڑ کے رقبے میں وہ سنگین عمارتیں موجود ہیں جن کو ثمود کے لوگوں نے پہاڑوں میں تراش تراش کر بنایا تھا اور اس شہر خموشاں کو دیکھ کر اندازہ کیا جاتا ہے کہ کسی وقت اس شہر کی آبادی چار پانچ لاکھ سے کم نہ ہو گی"۔(23)

قوم ثمود بت پرست تھی۔ ان کے ہاں مشرکانہ رسوم کا بازار گرم تھا۔ وہ حق سے اس قدر دور ہو چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کی بجائے بغاوت پر اتر آئے تھے۔ ان کی اصلاح اور رشد وہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ سورۂ اعراف میں ہے:

وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ(24)

”اور قوم ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا آپ نے کہا اے میری قوم! اعبادت کرو اللہ تعالیٰ کی نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا۔“

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو بت پرستی چھوڑ کر ایک معبود حقیقی کے سامنے جھکنے کی دعوت دی۔ لیکن انہوں نے بھی سابقہ اقوام کی طرح حضرت صالح علیہ السلام کو جھٹلایا اور ان کا تمسخر اڑایا۔ سورۂ ہود میں ہے:

قَالُوا يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهَانَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا وَإِنَّنَا لَفِي شَكٍّ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ(25)

”انہوں نے کہا اے صالح علیہ السلام! تم ہی ہم میں (ایک شخص) تھے جس سے اُمیدیں وابستہ تھیں اس سے پہلے کیا تم روکتے ہو اس سے کہ ہم عبادت کریں اُن (بتوں) کی جن کی عبادت کرتے تھے ہمارے باپ دادا اور بے شک ہم اس امر کے بارے میں جس کی طرف تو ہمیں بلاتا ہے ایک بے چین کر دینے والے شک میں مبتلا ہو گئے ہیں۔“

حضرت صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کے معاندانہ طرز عمل کے باوجود اپنی تبلیغی جدوجہد جاری رکھی اور بوقت ضرورت ان سے مجادلہ ومباحثہ بھی فرماتے جس کے نتیجے میں چند غریب اور کمزور لوگ آپ پر ایمان لائے مگر وہ اہل ایمان بھی سربر آوردہ لوگوں کے ستم کا نشانہ بن گئے۔ ایک مرتبہ قوم ثمود نے آپ سے دعویٰ رسالت

کی تصدیق کے لیے معجزہ طلب کیا تو آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی اونٹنی کو اللہ تعالیٰ کی نشانی قرار دیا۔ ارشاد الٰہی ہے:

وَيَا قَوْمِ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةً فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ اللَّهِ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ(26)

"اور اے میری قوم یہ اللہ کی اونٹنی ہے تمہاری لیے نشانی ہے پس چھوڑ دو اسے کھاتی پھرے اللہ تعالیٰ کی زمین میں اور نہ ہاتھ لگاؤ اسے برائی سے ورنہ پکڑ لے گا تمہیں عذاب بہت جلد۔"

اس نشانی کے باوجود آپ کی قوم قبول حق کے لیے تیار نہ ہوئی بلکہ آپ کے قتل کی تدبیریں کرنے لگی مگر اس خطرناک منصوبے میں بھی ناکام ہوگئی تو آپ کی اونٹنی کے درپے ہوگئی۔ بالآخر اسے قتل کر دیا۔

اس قبیح حرکت کے باوجود آپ نے انہیں مزید موقع دیا کہ وہ اپنی بداعمالیوں سے توبہ کرلیں مگر جب ان کی سرکشی میں فرق نہ آیا تو آپ نے انہیں تین دن کی مہلت دی کہ توبہ کرلو ورنہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہیں بچ پاؤ گے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتمام حجت ہوچکی اور تین دن کی مہلت گزر گئی تو چوتھے دن آسمان سے ایک ایسی ہولناک کڑک کی آواز سنائی دی کہ جو شخص جہاں اور جس حالت میں تھا ایک بے جان لاشہ بن کے رہ گیا۔ ارشاد خداوندی ہے:

وَأَخَذَ الَّذِينَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جَاثِمِينَ٥ كَأَنْ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا أَلَا إِنَّ ثَمُودَ كَفَرُوا رَبَّهُمْ أَلَا بُعْدًا لِثَمُودَ(27)

"اور پکڑ لیا ظالموں کو ایک خوفناک کڑک نے اور صبح کی اُنہوں نے اس حال میں کہ وہ اپنے گھروں میں گھٹنوں کے بل اوندھے گرے پڑے تھے۔ (انہیں یوں نابود کر دیا گیا) گویا وہ یہاں کبھی آباد ہی نہ ہوئے تھے۔ سنو! ثمود نے انکار کیا اپنے رب کا۔ سنو! بربادی ہو ثمود کے لیے۔"

"قوم ثمود پر جو عذاب مسلط کیا گیا اس کی مختلف کیفیات قرآن کریم میں متعدد مقامات پر بیان کی گئی ہیں۔ قوم ثمود کو ایک زوردار زلزلے سے تباہ کر دیا گیا۔ یہی اس قوم کا منطقی انجام تھا جس پر حضرت صالح علیہ السلام کی تنبیہات کا ذرا اثر نہ ہوا۔ وہ قوم ظلم، سرکشی، غرور اور کفر و شرک پر ڈٹی رہی اور بالآخر عذاب الٰہی کی مستحق

ٹھہری۔

حضرت لوط علیہ السلام

شرق اردن کے علاقے میں سدوم اور عمورہ کی وادیاں بہت سرسبز و شاداب تھیں۔ وہاں کے لوگ خوشحال تھے۔ انہیں ہر طرح کی نعمتیں میسر تھیں جس کے نتیجے میں وہ مغرور، متکبر اور سرکش بن گئے تھے۔ بے خوف وخطر طرح طرح کے شیطانی اعمال کرتے۔

تفسیر ضیاء القرآن میں ہے:

”یہاں ایک دوسری قوم کا ذکر ہو رہا ہے جو دریائے اردن کی ترائی میں شام کے جنوب میں آباد تھی۔ ان کا پایۂ تخت سدوم تھا۔ یہ علاقہ بھی بڑا زرخیز اور شاداب تھا۔ میلوں تک پھل دار باغات کا سلسلہ چلا جاتا تھا لیکن بسنے والی قوم بڑی کمینہ خصلت اور بدکردار تھی۔ سرمحفل بدکرداریاں کرتے اور بجائے شرمانے کے اس پر فخر کرتے۔ رہ چلتے مسافروں کو لوٹ لینا، اپنے مہمانوں کی ہر چیز چھین لینا ان کا پسندیدہ شغل تھا۔ ایسی گری ہوئی اور رزیل قوم کو راہ ہدایت پر لانے کے لیے حضرت لوط علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا۔ آپ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے سگے بھتیجے تھے۔ آپ کے والد کا نام حاران بن تارح تھا۔ آپ کافی عرصہ تک حضرت خلیل علیہ السلام کی معیت میں رہے۔ بعد میں انہیں اہل سدوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔“(28)

ان میں سب سے بڑی خباثت قوم یہ تھی کہ عورتوں کی بجائے لڑکوں سے اختلاط کا عام رواج ہو گیا تھا۔ اس وقت تک دنیا کی کسی قوم میں یہ فعل مذموم نہیں پایا جاتا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام کو اسی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا بعد میں یہ قوم 'قوم لوط کے نام سے مشہور ہوئی۔ سورۂ اعراف میں ہے:

وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ o إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِنْ دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُسْرِفُونَ (29)

”اور (بھیجا ہم نے) لوط علیہ السلام کو جب انہوں نے کہا اپنی قوم سے کہ کیا تم کیا کرتے ہو ایسی بے حیائی (کا فعل) جو تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا ساری دنیا میں۔ بے شک تم جاتے ہو مردوں کے پاس شہوت رانی کے لیے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم تو حد سے گزرنے والے ہو۔“

قوم لوط میں پائی جانے والی بے شمار برائیوں میں سے نمایاں ترین برائی لڑکوں سے اختلاط تھا۔ اس برائی انہیں سخت تنبیہہ کی گئی۔ مفتی محمد شفیع اس تنبیہہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:

"اس میں ان کی بے حیائی پر دو حیثیت سے تنبیہہ کی گئی۔ اول تو یہ کہ بہت سے گناہوں میں انسان اپنے ماحول یا اپنے اسلاف کی تقلید کی وجہ سے مبتلا ہو جاتا ہے گو وہ بھی کوئی شرعی عذر نہیں۔ مگر عرفاً اس کو کسی نہ کسی درجہ میں معذور کہا جا سکتا ہے۔ مگر ایسا گناہ جو پہلے کسی نے نہیں کیا نہ اس کے لیے خاص مقتضیات ہیں یہ اور بھی زیادہ وبال ہے۔ دوسرے اس حقیقت سے کہ کسی برے کام یا بری رسم کو جو شخص ایجاد کرتا ہے۔ اس پر اپنے فعل کا گناہ اور عذاب تو ہوتا ہی ہے اس کے ساتھ ان تمام لوگوں کا عذاب ووبال بھی اسی کی گردن پر ہوتا ہے جو قیامت تک اس کے فعل سے متاثر ہو کر مبتلاء گناہ ہو جاتے ہیں۔"(30)

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو بے حیائی کے کاموں پر ملامت کرتے ہوئے انہیں پاکیزہ زندگی گزارنے کی دعوت دی۔ انہیں ہر ممکن طریقے سے سمجھایا۔ کبھی وعظ و نصیحت کی تو کبھی مجادلہ ومباحثہ مگر آپ کی قوم کا ردّ عمل کیا تھا؟ اس کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ مِنْ قَرْيَتِكُمْ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ (31)

"پس نہیں تھا آپ کی قوم کا جواب بجز اس کے کہ انہوں نے کہا نکال دو آل لوط کو اپنی بستی سے یہ لوگ تو بڑے پاکباز بنے پھرتے ہیں۔"

جب حضرت لوط علیہ السلام کی مسلسل محنت کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو آپ نے اپنی قوم کو قہر الٰہی سے ڈرایا لیکن پھر بھی ان پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ یہ مطالبہ کر دیا کہ اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ جس سے ہمیں ڈراتے ہو۔ بالآخر اس قوم کا انجام بھی وہی ہوا جو سابقہ گمراہ قوموں کا ہوا تھا۔ سورۂ ہود میں ہے:

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِنْ سِجِّيلٍ مَنْضُودٍ ٥ مُسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ(32)

"پھر جب آ پہنچا ہمارا حکم تو ہم نے کر دیا اس کی بلندی کو اس کی پستی اور ہم نے برسائے ان پر پتھر آگ میں پکے ہوئے پے درپے جو نشان زدہ تھا آپ کے رب کی جانب سے۔ اور نہیں (لوط کی) بستی (مکہ کے) ظالموں سے کچھ دور۔"

قرآن کریم میں حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے عذاب کی مجموعی کیفیت پر مفسرین نے اپنی اپنی آراء قلمبند کی ہیں۔ یہاں مولانا مودودی کی رائے پیش کی جاتی ہے:

"غالباً یہ عذاب ایک سخت زلزلے اور آتش فشانی کی مشکل میں الجھا ہوا تھا۔ زلزلے نے ان کی بستیوں کو تلپٹ کیا اور آتش فشاں مادے کے پھٹنے سے ان کے اوپر زور کا پتھراؤ ہوا۔ پکی ہوئی مٹی کے پتھروں سے مراد شاید وہ متحجر مٹی ہے جو آتش فشاں علاقے میں زیر زمین حرارت اور لاوے کے اثر سے پتھر کی شکل اختیار کر لیتی ہے آج تک بحر لوط کے جنوب اور مشرق کے علاقے میں انفجار کے آثار سے ہر طرف نمایاں ہیں۔"(33)

حضرت لوط علیہ السلام کی دعوت میں دیگر بنیادی نکات کے علاوہ مردوں کی ہم جنس پرستی کو بطور خاص موضوع بنایا گیا اور قوم کی تطہیر پر توجہ دی گئی۔ یہاں یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ بعض اوقات کسی قوم کا ایک اجتماعی اور سنگین جرم ہی اسے لے ڈوبتا ہے۔ یقیناً ہمارے لیے دعوتِ لوط علیہ السلام میں بے پناہ عبرتیں موجود ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں سے عبارت ہے۔ آپ نے دین حق کی اشاعت کے لیے بے دریغ، پے درپے قربانیاں دیں۔ آپ جس قوم میں پیدا ہوئے وہ کفر و شرک اور بت پرستی میں ڈوبی ہوئی تھی اور تو اور آپ کا خاندان بت گری کا ماہر تھا۔ چنانچہ آپ نے سب سے پہلے اپنے گھر سے دعوتِ حق کا آغاز کیا۔

اس کے بعد قوم کو دعوت توحید دی اور پھر بادشاہ وقت کو بھی راہ راست پر لانے کے لیے دلائل سے مزین مجادلہ و مخاصمہ کیا۔ انبیائے کرام میں سے آپ کی دعوتی سرگرمیاں منفرد دکھائی دیتی ہیں۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

"دعوت الی اللہ کے سلسلے میں نوح علیہ السلام کے بعد جس شخصیت کو نمایاں مقام حاصل ہے وہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ قرآن مجید کی 25 سورتوں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کسی نہ کسی صورت میں آیا ہے۔ ان کی شخصیت کو یہ اولیت حاصل ہے کہ انہیں ایک مثال اور ایک نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔"(34)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ سے مجادلہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس گھر میں آنکھ کھولی اس کا ماحول بھی شرک کی آلودگیوں سے متعفن تھا۔ آپ کا باپ آزر نہ صرف بت پرست تھا بلکہ بت پرستوں کا منتظم بھی تھا۔ چنانچہ ضروری تھا کہ دعوتِ حق کا آغاز اپنے گھر سے بلکہ اپنے باپ سے کیا جائے۔ اس اعتبار سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے کار دعوت کا آغاز ہی خاصا مشکل تھا تاہم آپ نے اسے بحسن وخوبی نبھایا۔

سورہ مریم میں ہے:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنْكَ شَيْئًاOيَا أَبَتِ إِنِّي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَأْتِكَ فَاتَّبِعْنِي أَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا O يَا أَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ إِنَّ الشَّيْطَانَ كَانَ لِلرَّحْمَنِ عَصِيًّا O يَا أَبَتِ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يَمَسَّكَ عَذَابٌ مِنَ الرَّحْمَنِ فَتَكُونَ لِلشَّيْطَانِ وَلِيًّا(35)

"اے میرے باپ! بے شک آیا ہے میرے پاس وہ علم جو تیرے پاس نہیں آیا، اس لیے تو میری پیروی کر میں دکھاؤں گا تجھے سیدھا راستہ۔ اے باپ! شیطان کی پوجا نہ کیا کر۔ بے شک شیطان تو رحمان کا نافرمان ہے۔ اے باپ! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں تجھے پہنچے عذاب (خدائے) رحمان کی طرف سے تو تو بن جائے شیطان کا ساتھی۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے مجادلہ کرتے ہوئے صریح الفاظ میں اسے بتوں کی حقیقت سے آگاہ کیا اور دعوتِ توحید دی مگر آپ کے وعظ و نصیحت کا اس پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اس نے آپ کو دھمکی دے ڈالی۔ ارشاد خداوندی ہے:

قَالَ أَرَاغِبٌ أَنْتَ عَنْ آلِهَتِي يَا إِبْرَاهِيمُ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِي مَلِيًّا (36)

"باپ نے کہا کیا روگردانی والا ہے تو میرے خداؤں سے اے ابراہیم! اگر تم باز نہ آئے تو میں تمھیں سنگسار کر دوں گا اور دور ہو جا میرے سامنے سے کچھ عرصہ۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے تیور بدلتے ہوئے دیکھے تو انتہائی نرمی سے اس کی بات سنی اور بڑے تحمل سے اس کا جواب دیا:

قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّاO وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَى أَلَّا أَكُونَ بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا(37)

”ابراہیم نے (جواب میں) کہا سلام ہو تم پر! میں مغفرت طلب کروں گا تیرے لیے اپنے رب سے بے شک وہ مجھ پر بے حد مہربان ہے۔ اور میں الگ ہو جاؤں گا تم سے اور (اُن سے بھی) جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور میں اپنے رب کی عبادت کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میں اپنے رب کی عبادت کی برکت سے نامراد نہیں رہوں گا۔“

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑے خوبصورت انداز میں بت پرستی کے بطلان، شیطان کی شر انگیزی، راہ راست کی تلقین اور خلاف ورزی کی صورت میں عذاب الٰہی کے متعلق بڑی جامع اور مدلل گفتگو کی۔ ان آیات کے متعلق ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

”قرآن نے وہ پورا مکالمہ نقل کیا ہے جو ابراہیم علیہ السلام اور ان کے باپ کے درمیان ہوا۔ اس میں دعوت کا استدلال بھی ہے اور دعوت کا ردعمل بھی۔ دعوت کا اسلوب بھی اور مخالف کا غرور بھی۔ ابراہیم علیہ السلام کے ایک ایک لفظ سے ہمدردی، خیر خواہی اور دلسوزی ٹپکتی ہے جبکہ باپ کے ردعمل میں تکبر اور تعصب واضح طور پر نظر آتا ہے۔ ان آیات کو داعی کا نصاب کہا جائے تو غلط نہ ہو گا۔“(38)

تاریخ دعوت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کارنامہ منفرد نوعیت رکھتا ہے کہ آپ نے کارِ دعوت کی ابتداء اپنے گھر سے کی اور دعوت کے تمام تقاضوں کو ملحوظ رکھا۔ خصوصاً مجادلہ ومباحثہ میں بھی شائستگی کا دامن چھوٹنے نہیں دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم سے مجادلہ

اپنے باپ سے مجادلہ کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنا فرض منصبی سنبھالنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنی قوم کو دعوت ہدایت دینا شروع کی۔ مراحلِ دعوت میں آپ کا اپنی قوم سے ایک مجادلہ کچھ یوں ہوا۔ سورۂ انبیاء میں ہے:

إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَذِهِ التَّمَاثِيلُ الَّتِي أَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ (39)

”یاد کرو جب آپ نے کہا اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہ یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی پوجا پاٹ پر تم جمے بیٹھے ہو۔“

تو آپ کی قوم نے جواب دیا:

قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا لَهَا عَابِدِينَ(40)

"وہ بولے پایا ہے ہم نے اپنے باپ (دادوں) کو کہ وہ ان کے پجاری تھے۔"

پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

قَالَ لَقَدْ كُنْتُمْ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (41)

آپ نے فرمایا بلاشبہ مبتلا رہے ہو تم بھی اور تمہارے باپ داد بھی کھلی ہوئی گمراہی میں۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک اور قرآنی مجادلہ میں اس واقعہ کی تفصیل بیان کی گئی ہے جب آپ کی قوم ایک مذہبی تہوار کے سلسلہ میں مصروف تھی تو آپ بت خانہ میں چلے گئے اور بڑے بت کو چھوڑ کر باقی سب بت توڑ پھوڑ دیئے اور اپنے دیوتاؤں کی یہ درگت بنی ہوئی دیکھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا:

قَالُوا أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ (42)

"لوگو نے پوچھا اے ابراہیم! کیا تو نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟"

تو آپ نے جواب دیا:

قَالَ بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا فَاسْأَلُوهُمْ إِنْ كَانُوا يَنْطِقُونَ (43)

"فرمایا بلکہ ان کے اس بڑے نے یہ حرکت کی ہوگی سو ان سے پوچھو اگر یہ گفتگو کی سکت رکھتے ہوں۔"

یہ جواب سن کر آپ کی قوم لاجواب ہو کر آپس میں سرگوشی کرنے لگی اور پھر آپ سے کہا:

لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هَؤُلَاءِ يَنْطِقُونَ (44)

"تم خوب جانتے ہو کہ یہ بولتے نہیں۔"

یہی وہ نکتہ تھا جس پر آپ اپنی قوم کو لانا چاہتے تھے۔ چنانچہ جب قوم نے ان بتوں کے کلام نہ کرنے کا اعتراف کر لیا تو آپ نے موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے فرمایا:

قَالَ أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ o أُفٍّ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ (45)

"آپ نے فرمایا (نادانو!) کیا تم عبادت کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان (بے بس بتوں) کی جو نہ تمہیں کچھ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور نہ تمہیں ضرر پہنچا سکتے ہیں۔ تف ہے تم پر نیز اُن بتوں پر جن کو تم پوجتے ہو اللہ تعالیٰ کے سوا۔ کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔"

یہ جواب ایسا تھا جس میں اختلاف کی گنجائش نہ تھی اس میں کوئی ابہام، الجھاؤ یا پیچ وخم نہ تھا۔ بس سچی اور سیدھی بات تھی جو آپ نے مجادلۂ احسن کے ذریعے اتمام حجت کے طور پر اپنی قوم سے کہہ دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تبلیغی کاوشوں میں دعوت بالمجادلہ کا رنگ غالب اور منفرد نظر آتا ہے۔ آپ کا طرزِ استدلال عموماً اس نوعیت کا ہوتا ہے کہ جو حقیقت آپ مخاطب پر واضح کرنا چاہتے ہیں وہ خود اس کی زبان سے کہلواتے ہیں۔ امین احسن اصلاحی نے اس اسلوب دعوت کو استدراج کا نام دیا ہے۔ چنانچہ تدبر قرآن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے مخصوص مزاج اور آپ کے دعوت انداز کے متعلق لکھتے ہیں:

”حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم، جیسا کہ قرآن میں بیان کردہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے، بڑی مناظرہ باز اور حجت طراز قوم تھی۔ اول تو لوگ بات سننے کے لیے آسانی سے تیار ہی نہ ہوتے اور اگر کبھی سنانے کا کوئی موقع نکلتا بھی تو بڑی جلدی بدک جاتے اور مباحثہ ومناظرہ کے لیے آستینیں چڑھا لیتے۔ اُن کے مزاج کی اس وحشت کے وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام بحث وخطاب میں استدراج کا طریقہ زیادہ اختیار فرماتے۔ استدراج کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے مخاطب پر اس راہ سے درجہ بدرجہ گھیرے ڈالتے جدھر سے اُس کو سان گمان بھی نہ ہوتا کہ وہ گھیرے میں آسکتا ہے۔“(46)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ اور قوم سے مجادلہ کرنے کے بعد بادشاہ وقت نمرود سے بھی مجادلہ فرمایا اور اپنے منفرد طرز استدلال سے اُسے بھی لاجواب کر دیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بادشاہ وقت سے مجادلہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ بعثت میں نمرود بادشاہ وقت تھا جس نے خدائی کا دعویٰ بھی کر رکھا تھا۔ جب اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوتی سرگرمیوں کی اطلاع ملی تو اسے اپنی بادشاہی خطرے میں نظر آنے لگی۔ چنانچہ جب آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان جو مجادلہ ومباحثہ ہوا۔ وہ یہ تھا کہ نمرود نے پوچھا اگر میرے سوا کوئی اور رب ہو سکتا ہے تو وہ کون ہے؟ اس کے اوصاف بیان کرو۔ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

إِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّيَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ(47)

”جب کہا ابراہیم علیہ السلام نے (اسے) کہ میرا رب وہ ہے جو جِلاتا ہے اور مارتا ہے۔“

تو نمرود کہنے لگا:

قَالَ أَنَا أُحْيِي وَأُمِيتُ(48)

"اس نے کہا میں بھی جِلا سکتا ہوں اور مار سکتا ہوں۔"

پھر اپنے دعویٰ کی دلیل کے طور پر ایک بے گناہ شخص کو قتل کرا دیا اور ایک سزائے موت کے مجرم کو آزاد کر دیا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے موت وحیات کی حقیقت سمجھانے اور معاملے کی باریکیوں میں جانے کے بجائے مجادلہ احسن سے کام لیتے ہوئے ایک نئی دلیل پیش کر دی:

قَالَ إِبْرَاهِيمُ فَإِنَّ اللَّهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ(49)

"ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نکالتا ہے سورج کو مشرق سے تو تو نکال لا اسے مغرب سے۔"

اس جواب کے بعد نام نہاد خدائی کا دعویدار، بادشاہِ وقت نمرود کی جو کیفیت ہوئی' وہ یہ تھی:

فَبُهِتَ الَّذِي كَفَرَ (50)

"ہوش اڑ گئے اس کافر کے۔"

محمد سرور بن نایف زین العابدین "منہج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ" میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دعوت ومناظرہ کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"آپ نے دعوت حق کے سلسلے میں اپنے باپ، اپنی قوم اور نمرود کے ساتھ بہت مناظرے کیے، ان تمام مناظروں میں آپ نے مد مقابل لوگوں کے منہ بند کرائیے۔ دلائل قاطعہ کے ساتھ ان کی زبانوں کو لگام دے دی اور اس سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ آہستہ آہستہ قوم کو دلائل میں اس طرح جکڑ لیتے کہ ان کے لیے سوائے کٹ حجتی کے اور کوئی راستہ باقی ہی نہ رہتا۔ بہر کیف ان تمام مناظروں میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی۔"(51)

حضرت یوسف علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ آپ بے حد حسین وجمیل تھے۔ فکری صلاحیتوں اور اخلاقی پاکیزگی میں سب بھائیوں سے ممتاز تھے۔ آپ کو بحیثیت پیغمبر ملت ابراہیمی کا داعی بننا تھا۔ لہٰذا بچپن سے آپ کی تربیت اپنے ولد گرامی حضرت یعقوب علیہ السلام کی پیغمبرانہ آغوش میں ہوئی۔ یہی وجہ

ہے کہ آپ کی طرف والد گرامی کی خصوصی التفات فطری امر تھااور اسی بات سے باقی بھائی حسد کرتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی داستان حیات کو قرآن کریم میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور ایک مکمل سورة آپ کے نام سے معنون کی گئی ہے یعنی سورہ یوسف۔ قرآن کریم نے قصہ یوسف علیہ السلام کو احسن القصص قرار دیا ہے۔ سورۂ یوسف کے علاوہ آپ کا ذکر سورۃ الانعام اور سورۃ المومن میں بھی کہا گیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

اخبرنی عبدة حدثنا عبدالصمد عن عبدالرحمن عن ابیہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال عن النبیﷺ قال الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف ابن یعقوب ابن اسحاق ابن ابراہیم۔(52)

حضرت یوسف علیہ السلام چار پشتوں سے کرامت نبوت سے سرفراز ہیں۔ یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جبکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

حدثنا اسحاق بن ابراہیم سمع المعتمر عن عبید اللہ عن سعید ابن ابی سعید المقبری عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال قیل للنبی ﷺ من اکرم الناس قال اکرمهم اتقهم قالوا یا نبی اللہ لیس عن ھذا نسئلک قال فاکرم الناس یوسف بنی اللہ ابن بنی اللہ ابن بنی اللہ ابن خلیل اللہ۔(53)

”تمام لوگوں سے زیادہ معزز اللہ کے نبی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جن کے والد نبی، ان کے والد نبی اور ان کے والد خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔“

آزمائش کے مراحل (داعی کی مشکلات)

”حضرت یوسف علیہ السلام کی پوری زندگی آزمائشوں سے عبارت ہے۔ کارِ دعوت میں آزمائش ایک لازمی امر ہے جو داعی کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتی ہے جس کے نتیجے میں دعوت کی اثر پذیری میں اضافہ ہوتا ہے۔

ڈاکٹر خالد علوی لکھتے ہیں:

”یوسف علیہ السلام کی شخصیت میں داعی کے اوصاف کی سچی تصویر دکھائی دیتی ہے۔ دعوت کے سلسلے میں شخصیت کی پختگی اور پاکیزگی ایک اہم تقاضا ہے۔ اس پختگی کی ایک راہ آزمائش ہے۔ آزمائش کار نبوت کا ایک اہم باب ہے۔ ایک داعی کے لیے اس میں عبرتوں اور نصیحتوں کے بڑے سامان موجود ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے

اوصاف جمیلہ اور فضائل اخلاقیہ راہنمائی کا اہم ذریعہ ہیں۔ اسی طرح ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستگی داعی کا مؤثر سلاح ہے جو اس واقعہ میں ہر جگہ جھلکتی نظر آتی ہے۔) " (54)

حضرت یوسف علیہ السلام کی حیات مبارکہ میں آزمائشوں کا آغاز بچپن سے ہی ہو گیا۔ چونکہ آپ نورِ نبوت کے امین تھے، باپ کی خصوصی شفقت حاصل تھی اور بچپن میں ایک خواب بھی دیکھا جو آپ کی عظمت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔ چنانچہ ان امور کے باعث آپ کو اپنے بھائیوں کے حسد کا سامنا کرنا پڑا۔ سورۃ یوسف میں ہے:

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَأَيْتُهُمْ لِي سَاجِدِينَ O قَالَ يَا بُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ عَلَى إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوٌّ مُبِينٌ(55)

"جب کہا یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے کہ اے میرے (محترم) باپ! میں نے (خواب میں) دیکھا ہے گیارہ ستاروں کو اور سورج اور چاند کو۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں آپ نے فرمایا اے میرے بچے! نہ بیان کرنا اپنا خواب اپنے بھائیوں سے ورنہ وہ سازش کریں گے تیرے خلاف بے شک شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔"

برادران یوسف کا حسد بڑھتا گیا حتیٰ کہ یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے یا کسی گہرے ویران کنویں میں پھینکنے کی سازش تیار کی گئی تاکہ کوئی راہگیر اسے نکال کرلے جائے۔(یوسف ۱۰:۱۲) پھر ایک کارواں گزرتا ہے وہ پانی کی غرض سے سقا بھیجتا ہے جو اس کنویں کی طرف جاتا ہے تو اسے حضرت یوسف علیہ السلام کو پاتا ہے۔ بھائیوں کو علم ہو جاتا ہے وہ آپ کو چند کھوٹے درہموں کے بدلے قافلے کے ہاتھوں بیچ دیتے ہیں۔(56)

الغرض آپ کو مصر لے جاکر فروخت کیا جاتا ہے۔ اسی دوران آپ کے علم و حکمت سے نوازا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ(57)

"اور جب وہ پہنچے اپنے پورے جوبن کو تو ہم نے عطا فرمائی انہیں نبوت اور علم اور یونہی ہم نیک جزا دیتے ہیں اچھے کام کرنے والوں کو۔"

اس کے بعد آپ آزمائش کے ایک اور مرحلے میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ آپ کی عفت وپاکدامنی کی آزمائش تھی۔ جب آپ عزیز مصر کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے تو عزیز مصر کی بیوی نے آپ کو زیر دام لانے کی منصوبہ بندی کی۔ آپ کو اندرونی کمرے میں لے گئی، دروازے بند کر دیئے اور دعوت گناہ دی مگر آپ بتوفیق الٰہی اس کی سازش سے بچ نکلے۔ عزیز مصر نے دیکھا تو عورت نے آپ پر الزام لگادیا مگر پھر قدرت خداوندی سے اسی گھر سے آپ کی سچائی کی گواہی مل گئی۔(58)

جب اس واقعہ کا چرچا گھر کی چاردیواری سے باہر ہونے لگا اور شہر کی عورتیں چہ میگوئیاں کرنے لگیں تو عزیز مصر کی بیوی نے ایک شاندار دعوت پر ان عورتوں کو بلایا اور چہرہ یوسفی کی جمال آرائیاں دکھائیں۔ جب انہوں نے حسن یوسف کو دیکھا تو دنگ رہ گئیں اور پھل کاٹتے ہوئے ہاتھ کاٹ بیٹھیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کو فرشتہ کہنے لگیں۔ عزیز مصر کی بیوی نے ان عورتوں سے کہا کہ دیکھ لیا اس پیکر حسن وجمال کو؟ اگر یہ میرا کہا نہیں مانے گا تو قید کیا جائے گا اور ذلت اٹھائے گا۔(59)

عزیز مصر کی بیوی کا مقصد برآری کے لیے ڈٹ جانا اور قید کی دھمکی دینا حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے بہت بڑا امتحان تھا۔ لیکن آپ نے اپنی عصمت وناموس کی حفاظت کے لیے جیل میں جانا قبول کر لیا اور اس عورت کے دام فریب میں آنا گوارا نہ کیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُنْ مِنَ الْجَاهِلِينَ O فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (60)

”یوسف نے عرض کی اے میرے پروردگار! قید خانہ (کی صعوبتیں) مجھے زیادہ پسند ہیں اس (گناہ) سے جس کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اور اگر تو (اپنی عنایت سے) نہ دور کرے مجھ سے ان کے مکر کو تو میں حائل ہو جاؤں گا ان کی طرف اور بن جاؤں گا نادانوں سے۔“

مولانا سیوہاروی لکھتے ہیں:

"یوسف علیہ السلام کا یہ جملہ السجن احب الی ممایدعوننی الیہ ان کے علو شان، تقرب الی اللہ، تقرب الی اللہ، استقامت فی الدین، عزیمت فی الحق اور رضاو تسلیم کا وہ بے نظیر مظاہرہ ہے جو ان جیسے اولوالعزم پیغمبروں کا ہی حصہ ہے۔"(61)

حضرت یوسف علیہ السلام پر آزمائش کا یہ مرحلہ بھی داعیان اسلام کے لیے عفت وپاکدامنی اور اعلیٰ اخلاق پاکیزگی کے گہرے نقوش چھوڑتا ہوا گزر گیا۔ اس کے بعد ایک نئی آزمائش کے دور کا آغاز ہوا۔ آپ کو قید خانہ میں بھیج دیا گیا۔

جیل میں دعوت الی اللہ اور مجادلہ احسن

جیل کے مخصوص ماحول کی مشقتوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے آپ نے کارِ دعوت کا باقاعدہ آغاز کیا اور کمال قدرت سے دعوت کا موقع تلاش کیا۔ جیل کے دو ساتھیوں نے آپ کو اپنا اپنا خواب سنا کر تعبیر جاننا چاہی۔ جب آپ نے دیکھا کہ مخاطبین کامل دلچسپی سے بات سننا چاہتے ہیں تو آپ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي (62)

"آپ نے فرمایا نہیں آئے گا تمہارے پاس کھانا جو تمہیں کھلایا جاتا ہے مگر میں تمہیں بتادوں گا اس کی تعبیر اس سے پیشتر کہ کھانا تمہارے پاس آئے۔ یہ ان علموں میں سے ہے جو سکھایا ہے مجھے میرے رب نے۔"

آپ نے اس موقع کو مناسب خیال کرتے ہوئے انہیں ایمان باللہ کی دعوت دی مگر اسلوب ایسا اپنایا کہ انہیں براہ راست کافر ومشرک کہنے کی بجائے آپ فرمانے لگے:

إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ (63)

"میں نے چھوڑ دیا ہے دین اس قوم کا جو نہیں ایمان لاتے اللہ تعالیٰ پر نیز وہ آخرت کا انکار کرنے والے ہیں۔"

حضرت یوسف علیہ السلام جس ماحول سے ہو کر قید خانہ میں پہنچے تھے، اس میں آپ نے مشاہدہ کیا تھا کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ لہٰذا آپ نے یہاں انہیں کا حوالہ دیا اور بڑی حکمت کے ساتھ اپنے مخاطبین کو دعوت حق دی۔ پھر اپنے پیغمبرانہ سلسلہ نسب اور اپنے ایمان کی بات کی۔ کیونکہ آپ کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کوئی غیر معروف شخصیت نہ تھے۔ آپ کا خیال تھا کہ یقیناً آپ کے مخاطبین

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے خاندان کی عظمت وشرافت سے آگاہ ہوں گے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام ان ساتھیوں سے فرماتے ہیں:

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ (64)

"اور میں تو پیرو بن گیا اپنے باپ دادا، ابراہیم، اسحق اور یعقوب کے دین کا۔"

پھر آپ نے انہیں دعوت فکر دی کہ جب اللہ تعالیٰ کا ہم پر اور لوگوں پر اتنا بڑا فضل ہے تو کفر ہمیں زیب نہیں دیتا۔"

آپ کے الفاظ ملاحظ ہوں:

مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ مِنْ شَيْءٍ ذَلِكَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ (65)

"نہیں روا ہمارے لیے کہ ہم شریک ٹھہرائیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو۔ یہ (توحید پر ایمان) تو اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے ہم پر اور لوگوں پر لیکن بہت سے لوگ اس احسان پر شکر ہی بجا نہیں لاتے۔"

جب آپ نے دیکھا کہ آپ کے مخاطبین مسلسل دلچسپی اور انہماک سے آپ کی گفتگو سن رہے ہیں تو آپ نے مجادلہ احسن سے کام لیتے ہوئے ان سے سوال کیا:

يَا صَاحِبَيِ السِّجْنِ أَأَرْبَابٌ مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (66)

"اے قید خانہ کے میرے دو رفیقو! (یہ تو بتاؤ) کیا بہت سے جدا جدا رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔"

پھر آپ نے بڑے خوبصورت انداز میں اپنے پیش کیے گئے سوال کے جواب میں انہیں بتوں کی پوجا پاٹ کے بطلان اور دین قیم کی عظمت کا درس دیا:

مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءً سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ إِنِ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (67)

"تم نہیں پوجتے اس کے علاوہ مگر چند ناموں کو جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے، نہیں اتاری اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کوئی دلیل۔ نہیں ہے حکم (کا اختیار کسی کو) سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اسی نے یہ حکم دیا ہے کہ کسی کی عبادت نہ کرو بجز اس کے کہ یہی دین قیم ہے لیکن بہت سے لوگ (اس حقیقت کو) نہیں جانتے۔"

اس کے بعد آپ نے قید خانہ کے ساتھیوں کو ان کے خوابوں کی تعبیر بتائی جو آنے والے وقت میں حرف بحرف سچ ثابت ہوئی۔ آپ کی مخلصانہ دعوتی کاوش کے بعد ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ آپ کامیابی کی منزلیں سَر کرتے ہوئے بالآخر تخت مصر تک پہنچے۔ نبوت و بادشاہت کا حسین امتزاج ہوا اور آپ کے بچپن کے خواب کی تعبیر ہوئی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے قید زنداں میں دعوت کے حکیمانہ اسلوب کے متعلق پیر محمد کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن میں رقم طراز ہیں:

"یہاں سے آپ کے اس عظیم اور مدلل خطبہ کا آغاز ہو رہا ہے جو آپ نے توحید کے موضوع پر مصر کے مشرکانہ ماحول میں سب سے پہلے دیا۔ اس خطبہ کی ابتدا اور اس کے بعد توحید کی صداقت کے دلائل پھر انہیں شرک کو ترک کر کے توحید قبول کرنے کی ترغیب اور آخر کار ذلک الدین القیم کا اعلان کتنا مدلل، بصیرت افروز اور مؤثر ہے ان کے جذبات عقیدت کو ٹھیس لگائے بغیر کس طرح آپ نے مدعا کو پر اثر اور دلکش انداز میں بیان فرمایا کہ خود ہی اس عقیدہ سے دستبردار ہونے کے لیے بے تاب ہوگئے۔ جب تک کسی داعیٔ حق میں یہ حکیمانہ فراست اور یہ عالی حوصلگی نہ ہو وہ اپنی دعوت کے لیے کوئی مفید خدمت انجام نہیں دے سکتا۔ حق کو کسی پر زبردستی تھوپنا حق کی توہین کرنا ہے۔ اسے یوں پیش کرنا چاہیے کہ ذہن و قلب اُسے قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں اور وہ انسان کی روح میں سرایت کر جائے۔ علامہ بیضاوی فرماتے ہیں کہ یہ دعوت میں تدریج کی عمدہ مثال ہے۔ اب آپ مختلف آیات کا سلسلہ وار مطالعہ فرماتے جائیے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تم مشرک ہو، تم بتوں کی پوجا کرتے ہو بلکہ اپنا عقیدہ بیان فرمایا کہ میں اس ملت سے بیزار ہوں جو اللہ پر ایمان نہیں لاتی اور روز قیامت کی منکر ہے۔"(68)

مجادلہ، عصر حاضر کی اہم ترین ضرورت

عصر حاضر کے مادیت پرستانہ اور اخلاق باختگی کے ماحول میں دعوت دین کے ہمہ جہت فروغ کی اہمیت دوچند ہو گئی ہے۔ حکمت، موعظہ حسنہ اور جدال احسن جیسے بنیادی اصولوں پر مبنی دعوتی سرگرمیاں اختیار کرنا وقت کا اہم ترین تقاضا بن چکا ہے۔ اگر عالمی تناظر میں دیکھا جائے تو اسلام کے آفاقی پیغام کو مذاہب عالم کے پیروکاروں تک پہنچانے کیلئے مجادلہ احسن ناگزیر ہو چکا ہے اور اگر قومی تناظر میں دیکھا جائے تو مملکت پاکستان میں مذہبی اقدار کی بگڑتی ہوئی صورتحال کے پیش نظر انفرادی اور اجتماعی سطح پر مجادلہ محمود کی اہمیت مسلّم ہو چکی ہے کیونکہ یہ دور جنگ وجدال کا نہیں بلکہ مجادلہ ومباحثہ کا متقاضی ہے۔ جو مسائل گفت وشنید، بحث مباحثہ اور مکالمہ ومجادلہ کے ذریعے حل ہو سکتے ہوں ان کیلئے شدت پسندی کا راستہ اختیار کرنا قطعاً قرین قیاس نہیں۔ لہٰذا دعوتِ دین کا تیسرا بنیادی اصول "مجادلہ احسن" عصر حاضر کی اہم ترین ضرورت بن چکا ہے اور قرآنِ کریم کی روشنی میں انبیائے کرام کے مجادلات سے راہنما اصول اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

خلاصہ بحث

انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو دعوت الی اللہ ہے اور دعوت کے بنیادی اصولوں میں سے ایک مجادلہ احسن ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام معاندین سے مجادلہ کرتے ہوئے قولِ احسن سے کام لیتے۔ مشفقانہ اور ہمدردانہ رویہ اختیار کرتے۔ نتیجتاً مخالفین، پیغمبرانہ استدلال کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو جاتے۔ اور ان پر حق کا احقاق اور باطل کا بطلان واضح ہو جاتا۔ قرآنِ مجید میں جن انبیاء کرام کے مجادلات کو بیان کیا گیا ہے ان میں حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یوسف علیہ السلام کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام کو جب کبھی اپنے خاندان، قوم اور حکمرانوں سے مجادلات کی ضرورت پیش آئی تو حالات اور مواقع کی مناسبت سے دین حق کی سربلندی کے لیے ایسے دلائل وبراہین پیش کرتے کہ مخاطبین ان کا رد پیش کرنے سے عاجز آجاتے۔ جس کے نتیجے میں فریضہ تبلیغ ثمر بار ہوتا۔ اور دین کی تعلیمات کو استحکام ملتا۔ دور حاضر میں دعوت دین کے ایسے ہی اصولوں سے راہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ ہود 25:11

2۔ ایضاً، 26:11

3۔ ایضاً، 27:11

4۔ ایضاً 28:11 تا 31

5۔ ایضاً، 32:11

6۔ البروج، 12:85

7۔ نوح، 26:71

8۔ القمر، 11:54 تا 14

9۔ ہود، 42:11

10۔ ایضاً، 43:11

11۔ سورۃ الفجر 6:89 تا 8

12۔ خالد علوی، ڈاکٹر، پیغمبرانہ منہاجِ دعوت، الفیصل پبلشرز لاہور، جون 2005، ص:71

13۔ احقاف، 21:46

14۔ اصلاحی، امین احسن، مولانا: تدبرِ قرآن، دسمبر 2005ء، ج7، ص370

15۔ الاعراف، 65:7

16۔ ہود، 52:11

17۔ حٰم السجدہ، 14:41، 15

18۔ ہود، 54:11

19۔ الاعراف 67:7، 68

20۔ الشعراء 136:26 تا 138

21۔ الاعراف 71:7

22۔ الحاقہ 6:69 تا 8

23۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، سید: تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، جون 2006ء، ج2، ص:48

24۔الاعراف73:7

25۔ہود62:11

26۔ہود،64:11

27۔ہود68،67:11

28۔الازہری، محمد کرم شاہ، پیر:ضیاء القرآن،ضیاء القرآن پبلی کیشنز،لاہور1402ھ،ج2،ص:52

29۔الاعراف81،80:7

30۔محمد شفیع، مفتی،:معارف القرآن،ادارۃ المعارف کراچی،206ء،ج3ص،616

31۔النمل56:27

32۔ہود83،82:11

33۔مودودی،ابوالاعلیٰ،سید: تفہیم القرآن،ادارہ ترجمان القرآن،جون2006ء،ج2،ص:359

34۔خالد علوی،ڈاکٹر،پیغمبرانہ منہاجِ دعوت،ص:97

35۔مریم42:19تا45

36۔ایضاً،46:19

37۔ایضاً48،47:19

38۔خالد علوی،ڈاکٹر،پیغمبرانہ منہاجِ دعوت،ص:107

39۔الانبیاء،52:21

40۔ایضاً53:21

41۔ایضاً54:21

42۔ایضاً62:21

43۔ایضاً63:21

44۔ایضاً65:21

45۔ایضاً67،66:21

46۔اصلاحی،امین احسن،تدبرِ قرآن،دسمبر2005ء،ج3،ص:93

47۔البقرہ،258:2

48۔ایضاً

49۔ایضاً

50۔ایضاً

51۔نایف، محمد سرور بن زین العابدین، منہج الانبیاء فی الدعوۃ الی اللہ، دارالارقم، بریطانیا، ج:1ص:202

52۔بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، سورۃ یوسف، باب: قولہ یتم نعمتہ، ج:3ص:216

53۔ایضاً

54۔خالد علوی، ڈاکٹر، پیغمبرانہ منہاج دعوت، ص:142

55۔یوسف12:4،5

56۔یوسف12:19،20

57۔ایضاً12:21،22

58۔ایضاً12:21تا29

59۔ایضاً12:30تا32

60۔ایضاً12:33،34

61۔سیوہاروی، محمد حفظ الرحمٰن، قصص القرآن، المیزان، اردو بازار لاہور،2004، ج:1، ص:298

62۔سورۃ یوسف12:37

63۔ایضاً

64۔ایضاً12:38

65۔ایضاً

66۔ایضاً12:39

67۔ایضاً12:40

68۔الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء القرآن، ج:2، ص:430